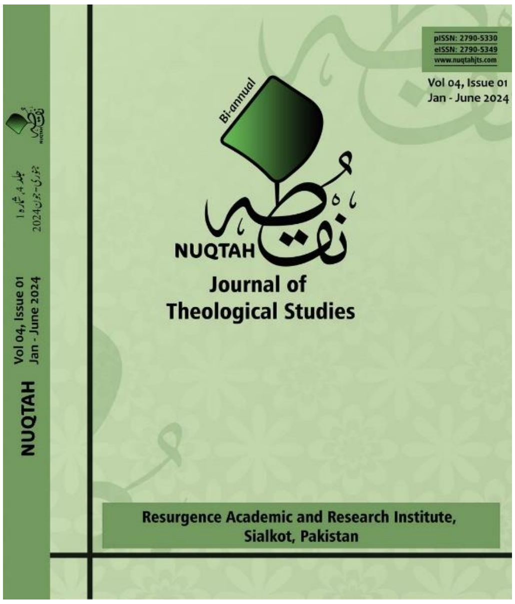

NUQTAH Journal of Theological Studies

Editor: Dr. Shumaila Majeed

(Bi-Annual)

Languages: Urdu, Arabic and English

pISSN: 2790-5330 eISSN: 2790-5349

https://nuqtahjts.com/index.php/njts

Published By:

Resurgence Academic and Research Institute, Lahore (53720), Pakistan.

Email: editor@nuqtahjts.com

عالم اسلام کو درپیش سیاسی، سماجی و معاشی چیلنجز اور ان کا تدارک سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Political, Social and Economic Challenges Facing the Islamic world and their Solutions in the light of Seerat-Un-Nabi S.A.W

Lutufullah Brohi

Lecturer, Govt. C&S Degree College Shikarpur, Sindh & Ph.D. Scholar, Department of Comparative Religion & Islamic Culture, University of Sindh, Jamshoro.

Email: lutufadil@gmail.com

Ghulam Hyder Teewno

Ph.D. Research Scholar, Department of Comparative Religion & Islamic Culture, University of Sindh, Jamshoro.

Email: ghulamhyder.teewno@usindh.edu.pk

Published online: 30 September 2025

View this issue

OPEN ACCESS

CC BY

Complete Guidelines and Publication details can be found at:

https://nuqtahjts.com/index.php/njts/publication-ethics

عالم اسلام کو درپیش سیاسی، سماجی و معاشی چیلنجز اور ان کا تدارک سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں

Political, Social and Economic Challenges Facing the Islamic world and their Solutions in the light of Seerat-Un-Nabi S.A.W

ABSTRACT

Every Muslim who cares about the nation is well aware that today's Islamic world is suffering from the worst political crisis, social chaos and economic misery, due to which not only has the journey of development of the nation been degraded and degraded, but also Islamic values such as religious unity, national solidarity, justice and brotherhood are declining. There have been very few periods in human history where religion, civilization and society have simultaneously faced such huge political, social and economic challenges as the Islamic world is facing today. On the one hand, political instability, lack of unity and trust and external interference have worried the Muslim world. On the other hand, social deterioration, injustice, poverty, ignorance and moral decline have deprived the nation of its identity, position and position. Then the intensity of the digital war has made the young generation suspicious of its past, beliefs, orders and Islamic ideology and thought. Being the best nation, adorned with justice, honesty and courage, and bearing the burden of leadership and leadership to lead the world of humanity out of political, social and economic crises, today it stands at a crossroads, bewildered and lost, suffering from political crisis, social chaos and economic instability. This is not because it does not have the means to travel in its bag, or it is a newcomer to the desert and is unfamiliar with the symbols of travel, has no experience of fighting storms, winds and robbers. The truth is the opposite, this traveler has a road map, the footprints of the leader and guide are also there until he leaves the desert of problems and reaches his destination. The one who builds a sanctuary of principles and respect for humanity, this traveler only needs to wake up from his sleep.

Keywords: Political, Social, Economic, Challenges, Islamic World, Seerat un-Nabi

تعارف

ملت کی فکر رکھنے والا ہر مسلمان اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ آج کا عالم اسلام بدترین سیاسی بحران، سماجی انتشار اور معاشی بدحالی کا شکار ہے، جس کی وجہ سے نہ صرف امت کے ترقی کا سفر پستی وانحطاط کا شکار ہوا ہے، بلکہ دینی وحدت، ملی حمیت، عدل اور بھائی چارہ جیسی اسلامی اقدار بھی زوال پذیر ہو رہے ہیں

عالم اسلام کو درپیش سیاسی، سماجی و معاشی چیلنجز اور ان کا تدارک سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں 23

۔انسانی تاریخ میں ایسے ادوار بہت کم گذرے ہیں جہاں مذہب، تہذیب اور معاشرے نے بیک وقت اتنے بڑے سیاسی، سماجی اور اقتصادی چیلنجز کا سامنا کیا ہو جتنا آج عالم اسلام کو درپیش ہیں۔ ایک طرف سیاسی عدم استحکام، اتحاد و اعتماد کا فقدان اور بیرونی مداخلت نے مسلم دنیا کو تشویش میں مبتلا کر رکھا ہے۔ تو دوسری جانب معاشرتی بگاڑ، ناانصافی، غربت، جہالت اور اخلاقی انحطاط نے امت کو اپنی شناخت، مقام اور منصب سے محروم کر دیا ہے۔ پھر ڈیجیٹل وار کی شدت نے نوجوان نسل کو اپنی ماضی سے بدظن، عقائد، احکامات اور اسلامی نظریہ و فکر کے بارے میں تشکیک و تردد میں مبتلا کر دیا ہے۔ بہترین امت ہونے کے ناطے عدالت، امانت اور شجاعت سے مُزین ہو کر عالم انسانیت کو سیاسی، سماجی اور اقتصادی بحرانوں سے نکالنے کی قیادت اور امامت کا بار اٹھانے والا، آج خود سیاسی بحران، سماجی انتشار اور معاشی عدم استحکام کا شکار ہو کر ایک چوراہے پر حیران و سرگردان کھڑا ہے۔ اس لیے نہیں کہ اس کے توشہ دان میں زادِ سفر نہیں، یا وہ صحرانورد نہیں اور رُموزِ سفر سے ناواقف ہے، طوفان، آندھی اور رہزنوں سے مقابلے کا تجربہ نہیں رکھتا، حقیقت اس کے برعکس ہے، اس مسافر کے پاس روڈ میپ ہے، مسائل کے صحرا سے نکل کر منزل یاب ہونے تک قائد اور رہنما کے نقوشِ پا بھی موجود ہیں۔ انسانیت کے لیے اصول واحترام کے حرم تعمیر کرنے والے کو اس مسافر کو بس نیند سے اٹھنے کی ضرورت ہے: بقول شاعر مشرق علامہ اقبالؒ:

معمار حرم باز بتعمیر جہاں خیز

از خواب گراں خواب گراں خواب گراں خیز

ان حالات میں سیرت النبی ﷺ ایک ایسا جامع اور ہمہ جہت نمونہء عمل پیش کرتی ہے جو نہ صرف ان چیلنجز کی اصل وجوہات کی نشاندہی کرتی ہے۔ بلکہ ان کے دیرپا اور بامعنی حل بھی فراہم کرتی ہے، جس کے لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

”فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا“ 1۔

”تمہارے پروردگار کی قسم یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے، جب تک باہمی جھگڑوں میں تمہیں منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ تم کر دو اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں“

جب ہم مکہ کی سنگلاخ وادی میں نبی کریم ﷺ کی جدوجہد کو دیکھتے ہیں تو ہمیں سیاسی حکمت عملی، معاشرتی عدل اور معاشی توازن کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ درحقیقت اگر امتِ مسلمہ عصرِ حاضر کے چیلنجز کا شعوری طور پر سامنا کرنا چاہتی ہے تو سیرتِ طیبہ ﷺ اس کے لیے سب سے کامل اور مکمل نمونہ فراہم کرتی ہے آپ کا فرمان ہے:

” تَرَكْتُ فِيكُمْ أَمْرَيْنِ لَنْ تَضِلُّوا مَا تَمَسَّكْتُمْ بِهِمَا: كِتَابَ اللّٰهِ، وَسُنَّةَ نَبِيِّهِ “ [2]۔

"تمہارے درمیان دو چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں، جب تک انہیں مضبوطی سے تھام لوگے، ہرگز گمراہ نہیں بنوگے، ایک قرآن مجید، اور رسول کی سنت"۔

آپ ﷺ نے ہر دور اور ہر حال میں اپنی امت کو زمانے کے بدلتے تقاضوں کے مطابق تیاری، تدبر، علم و حکمت اور عملی جدوجہد کی تلقین فرمائی اور ارشاد فرمایا: ”الحِكْمَةُ ضالَّةُ المؤمِنِ، فحيثُ وجَدَها فهو أحقُّ بِها“ [3]۔ ترجمہ: ”حکمت کی بات مومن کی گمشدہ چیز ہے جہاں کہیں بھی اسے پائے وہ اسے حاصل کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے“[4]۔ نبی اکرم ﷺ نے ہمیشہ آنے والے خطرات اور تبدیلیوں کو پہلے سے بھانپ کر حکمت عملی ترتیب دی۔ ہجرتِ مدینہ اسی بصیرت کی بہترین مثال ہے، جہاں آپ ﷺ نے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھی تاکہ دین کو ایک محفوظ ماحول میں پروان چڑھایا جا سکے۔

اہمیتِ موضوع

آج کے دور میں اس موضوع پر گفتگو اور تحریر کی اہمیت اس لیے بھی بڑھ جاتی ہے کہ نوجوان نسل ایک فکری بحران کا شکار ہے۔ وہ اپنی شناخت، تہذیب اور مذہبی ورثے سے دور ہو رہی ہے۔ سیرتِ نبوی ﷺ کی عملی تطبیق انہیں ایک راستہ دکھا سکتی ہے، ان کے ذہنوں میں پائے جانے والے سوالات کے جوابات فراہم کر سکتی ہے، اور ان کے دلوں میں ایمان کی حرارت دوبارہ زندہ کر سکتی ہے۔ یہ موضوع ہمیں بطور اُمت اپنے اجتماعی شعور کو جگانے کا موقع فراہم

کرتا ہے۔ جب ہم سیرت کے آئینے میں اپنے حالات کا جائزہ لیتے ہیں تو ہمیں اپنی کوتاہیوں اور خامیوں کا ادراک ہوتا ہے۔ یہ احساسِ زیاں ہی ہمیں تدارک کے راستے پر گامزن کر سکتا ہے۔ یہ ہمیں دعوت دیتا ہے کہ ہم اپنے کردار کو سنواریں، اپنی سوچ کو پاکیزہ بنائیں اور اپنے عمل کو سیرتِ نبوی ﷺ کے سانچے میں ڈھالیں۔ جب ہم فرد سے قوم کی سطح تک اس اصول کو اپنائیں گے تو یقیناً عالمِ اسلام کے مسائل کا حل بھی ممکن ہو گا۔

عالم اسلام کو درپیش سیاسی مسائل اور ان کا حل

اسلام کا سیاسی نظام، معاہدات نبوی ﷺ کی روشنی میں

اسلام کا سیاسی نظام کسی مخصوص گروہ یا قوم کے مفادات کا محافظ و نگہبان نہیں، بلکہ عدل، مساوات، امانت و دیانت، مشاورت اور انسانی فلاح پر مبنی ایک عالمی نظریہ ہے جو فقط تعلیمات اور کسی غیر عملی منصوبہ کی صورت میں نہیں بلکہ وہ تعلیمات کے ساتھ علمی طور پر بھی منتشر متنفر اور پس ماندہ اقوام کو منظم اور متحد کرنے کا سبب بنا ہے، رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں ہمیں اسلامی ریاست کی عملی تشکیل، بین الاقوامی معاہدات، سیاسی حکمت عملی اور داخلی نظم و نسق کی بہترین مثالیں ملتی ہیں۔ اسلامی سیاسی نظام کی اساس اور مرکز "اللہ کی حاکمیت" ہے۔ اسلامی ریاست میں مقننہ، عدلیہ، انتظامیہ، سب شریعت الاہیہ کے تابع ہوتے ہیں۔ اس میں بلا تفریق افراد کی عزت، جان و مال کو تحفظ اور انصاف فراہم کیا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

"وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ" [5]

"جو اللہ نے نازل کیا ہے اس کے مطابق فیصلے نہ کرے وہ کافر ہیں"۔

نیابت الاہی (خلافت)

چوں کہ اسلامی ریاست میں تمام امور شریعتِ الاہیہ کے تابع ہوتے ہیں، اس لیے اسلامی نظام حکومت کو "خلافت" کہا جاتا ہے جس کا مطلب اللہ کی زمین پر اللہ کے احکامات کے مطابق حکومت کرنا ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

"وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ" [6]

"تم میں سے جو لوگ ایمان لائے ہیں اور جنھوں نے نیک عمل کئے ہیں، ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں اپنا خلیفہ بنائے، جس طرح ان سے پہلے لوگوں کو بنایا تھا"

رسول اللہ ﷺ نے بھی خلافت کو نیابت یعنی اللہ کے احکام کو نافذ کرنے کا ذریعہ بتایا:

"تكون النبوة فيكم ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها الله إذا شاء أن يرفعها، ثم تكون خلافة على منهاج النبوة،فتكون ما شاء الله أن تكون، ثم يرفعها الله إذا شاء أن يرفعها[7]"

"تمہارے درمیان نبوت رہے گی جب تک اللہ چاہے گا کہ وہ باقی رہے، پھر جب اللہ چاہے گا اسے اٹھا لے گا۔ پھر خلافت قائم ہو گی نبوت کے طریقے پر، اور جب تک اللہ چاہے گا وہ باقی رہے گی، پھر جب اللہ چاہے گا اسے بھی اٹھا لے گا۔"

اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ خلافت کا مقصد بھی وہی ہے جو نبوت کا مقصد تھا یعنی اللہ کے احکام کا نفاذ اور دین کے تقاضوں کا مکمل اہتمام۔

سیاسی نظام میں شفافیت اور مشاورت

اسلام کا سیاسی نظام آمریت، مطلق العنانی سے ہٹ کر ایک معقول مشاورت اور شفافیت پر مبنی ہے، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کی ایک صفت یہ بیان فرمائی کہ وہ معاملات کو باہمی مشورہ سے طے کرتے ہیں وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ [8] اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے عملی طور پر غزوہ بدر، احد، خندق اور دیگر مواقع پر صحابہ کرام سے مشورہ لیا، اور ان کے مشورے کو اہمیت دے کر عملی جامہ پہنایا۔ یہ امت مسلمہ کو عملی سیاست میں "شورائیت" کی اہمیت سکھاتا ہے۔ عدل و انصاف اسلامی سیاست کا بنیادی ستون ہے، ریاست کے استحکام کے لیے بلا تفریق عدل و انصاف کی فراہمی لازمی ہے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: "إِنَّ اللَّهَ

يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ الإِحْسَانِ "[9]" بے شک اللہ عدل وانصاف کا حکم دیتا ہے"۔ اسی طرح رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ عدل وانصاف کرنے والے لوگ اللہ تعالیٰ کے ہاں نور کے منبروں پر ہوں گے اور ان کے دونوں ہاتھ دائیں ہوں گے یہ وہی لوگ ہیں جو اپنے فیصلوں، اہل و عیال اور اپنے معاملات میں عدل کرتے ہیں "[10]۔ تمام شہریوں کو بلا امتیاز انصاف فراہم کرنا اسلامی حکومت کا اولین فرض ہے۔

اسلامی سیاست کا عملی پہلو: ریاست مدینہ کا قیام

رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست قائم کی، اور اس اسلامی ریاست کے اولین اصول درج ذیل مقرر فرمائے:

- میثاق مدینہ کے ذریعے مختلف قبائل اور مذاہب کے درمیان پر امن بقائے باہمی کا معاہدہ کیا۔
- اسلامی قانون کا نفاذ اور عدل وانصاف کو یقینی بنایا۔
- شوریٰ کی بنیاد پر فیصلے کیے۔
- اقلیت کے حقوق کا مکمل تحفظ کیا گیا۔[11]
- ریاست مدینہ کو کمزور کرنے والے عناصر کی سرکوبی کی اور انہیں سخت سزائیں دی" عرینئین "اس کی مثال ہے[12]۔ اسلام کے بنیادی مآخذ قرآن وحدیث سے معلوم ہوا کہ اسلام کا سیاسی نظام انسانی زندگی کو عدل، مساوات، مشورہ اور بندگی کے اصولوں کے تحت منظم کرتا ہے، اور رسول اللہ ﷺ نے رسول اللہ ﷺ نے اپنے عمل سے ہمیں ایک مکمل سیاسی نمونہ فراہم کر دیا ہے جسے اپنا کر عالم اسلام کو درپیش سیاسی بحران کا خاتمہ کر کے دنیا میں امن وعدل کا حقیقی قیام ممکن بنایا جاسکتا ہے۔

آج دنیا ایک گاؤں (گلوبل) ویلج کی شکل اختیار کر چکی ہے، ایک اسلامی ریاست کے قیام کے بعد اسے مستحکم اور مضبوط بنانے کے لیے پڑوسی ممالک کے ساتھ دوستانہ تعلقات، بین الاقوامی روابط ا، مختلف سیاسی، عسکری، اقتصادی اور باہمی تعاون پر مشتمل معاہدات کی ضرورت پڑتی ہے۔ اور یہ آج کے جدید دنیا کی ایک اہم ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:"

"وَاِنِ اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰي قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ [13]"

"ہاں! اگر دین کی وجہ سے وہ تم سے کوئی مدد مانگیں تو تم پر ان کی مدد واجب ہے، سوائے ان صورت کے جبکہ وہ مدد کسی ایسی قوم کے خلاف ہو جس کے ساتھ تمہارا کوئی معاہدہ ہے"

معاہدات نبوی: سیاسی حکمت وبصیرت کا عملی مظہر

رسول اللہ ﷺ کی سیرت طیبہ میں متعدد معاہدات ایسے موجود ہیں جن سے اسلامی سیاست کے اصول، تدبر، مفاہمت اور فکری پختگی واضح ہوتی ہے اور آج عالم اسلام جن سیاسی چیلنجز سے نبرد آزما ہے سیرت طیبہ پر عمل پیرا ہو کر اس کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

میثاق مدینہ

یہ پہلا تحریری دستور تھا، جس میں مسلمانوں، یہودیوں اور دیگر قبائل کے درمیان ریاستی ذمہ داریوں کا تعین ہوا۔ مذہبی آزادی، عدل وانصاف، دفاعی معاہدات، اجتماعی مفاد اور داخلی امن کے اصول طے کیے گیے اس معاہد کی اہمیت کے بارے میں قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری فرماتے ہیں:" اسی مبارک ارادے کی تکمیل کے لیے اگر کافی وقت مل جاتا تو دنیا پر آشکارا ہو جاتا کہ "رحمۃ للعالمین" دنیا میں تلوار چلانے کے لیے نہیں بلکہ صلح پھیلانے اور امن قائم کرنے کے لیے آئے ہیں[14]، آج بھی اسلامی ممالک میثاق مدینہ کی مثال کو لے کر اپنی داخلی خلفشار، فرقہ واریت، صوبائیت، لسانیت اور جیسے مسائل کو حل کر سکتے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے فوائد اور عصر حاضر میں اس کی تطبیق

صلح حدیبیہ چھ ہجری میں رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ کے درمیان طے پانے والا ایک اہم معاہدہ تھا جس کی شرائط بادی النظر میں مسلمانوں کے خلاف تھے اور مسلمانوں کی کمزوری کو ظاہر کر رہی تھیں، لیکن حقیقت میں بہت حکمت و بصیرت سے بھرپور معاہدہ تھا، اسلامی تحریک کا ٹرننگ پوائنٹ تھا۔ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں کو درج ذیل فوائد حاصل ہوئے:

- جنگ بندی: مسلمانوں کی حیثیت تسلیم کی گئی اور دس سالہ امن معاہدے نے مسلمانوں کو جنگی دباؤ سے آزاد کر دیا۔
- تبلیغ پر توجہ: فرمان رواں کو دعوتی خطوط بھیجے گئے دشمنوں سے میل جول سے اسلام کا پیغام پھیلا۔
- اخلاقی برتری کا مظاہرہ: مسلمانوں نے ثابت کیا کے وہ خون ریزی سے بچنے اور قیام امن کے لیے ہر طرح کی قربانی دے سکتے ہیں، مسلمانوں سے شرائط نبھائیں جس سے اعتماد اور وقار میں اضافہ ہوا۔
- سیاسی استحکام اور فتح مکہ مدینے کی اسلامی ریاست کو مضبوطی ملی اور اس معاہدے کی وجہ سے بعد میں فتح مکہ ممکن ہوا[15]

آج کے دور میں مسلم ممالک کے لیے اس کی عملی تطبیق

اسلامی ممالک کو آج سیاسی بحران اور خارجہ پالیسیوں کے حوالے سے جو مسائل درپیش ہیں صلح حدیبیہ کے دروس پر عمل پیرا ہو کر، صلح آمیز رویہ اختیار کر کے عالمی سطح پر مسلم دنیا کا مثبت تاثر قائم کر سکتے ہیں، امت مسلمہ کے لیے معاشی، تعلیمی اور سائنسی میدان میں ترقی کے مواقع ممکن ہو سکتے ہیں، امن سے اسلام کا پیغام مؤثر انداز میں پھیلایا جا سکتا ہے، اسے سفارتی حکمت عملی کے طور پر اختیار کر کے جس سے مستقبل کے لیے ایک مضبوط پوزیشن حاصل کی جا سکتی ہے ۔غیر حربی کافر کے ساتھ بہتر تعلقات اور حسن سلوک سے منع نہیں کیا گیا، اللہ تعالیٰ فرمان ہے کہ:

" لَا يَنْهٰىكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْٓا اِلَيْهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ "[16]۔

"اللہ تمہیں اس بات سے منع نہیں کرتا کہ جن لوگوں نے دین کے معاملے میں تم سے جنگ نہیں کی، اور تمہیں تمہارے گھروں سے نہیں نکالا، ان کے ساتھ تم کوئی نیکی یا انصاف کا معاملہ کرو، یقیناً اللہ انصاف کرنے والوں کو کرتا ہے"

فرمان رواؤں کو دعوتی خطوط اور عصر حاضر میں اس کی اہمیت

حضور اکرم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد سن چھ ہجری میں مختلف بادشاہوں کو خطوط بھیجے تا کہ اسلام کا پر امن اور آفاقی پیغام دوسروں تک پہنچے، یہ عمل دعوت کے ساتھ اسلامی سفارت کاری کی بنیاد تھا جو حکمت، بصیرت اور تحمل پر مبنی تھا۔

دعوتی خطوط اور عصر حاضر میں ان کی اہمیت

نبی کریم ﷺ نے صلح حدیبیہ کے بعد مختلف بادشاہوں کو دعوتی خطوط بھیجے تا کہ اسلام کا پر امن اور عالمی پیغام دنیا کے مختلف خطوں تک پہنچے۔ یہ عمل اسلامی سفارت کاری کی بنیاد تھا، چناں چہ قاضی سلیمان منصور پوری لکھتے ہیں: "جو سفیر جس قوم ک پاس بھیجا گیا وہ وہاں کی زبان جانتا تھا تا کہ تبلیغ بخوبی کر سکے "[17] ۔اس عمل سے اسلامی ریاست کی حیثیت دنیا نے تسلیم کی اور اسلام کے پیغام کو عالمی سطح پر اجاگر کرنے کا موقع میسر ہوا، مختلف اقوام کو براہِ راست اسلام کی دعوت ملی، جو آج کے دور میں میڈیا، تعلیمی اسکالرشپ اور سفارتی ذرائع سے بھی ممکن ہے، نبی کریم ﷺ نے اپنے عمل سے ثابت کیا کہ جنگ کے بغیر بھی دعوت کے مؤثر میدان موجود ہیں، اسی طرز عمل سے اسلام مخالف قوتوں کو قائل کر کے اسلاموفوبیا کی وجہ سے پیدا ہونے والی غلط فہمیوں کو ختم کیا جا سکتا ہے، آج مسلم دنیا نبی کریم ﷺ کی سفارتی حکمت عملی کو اپنا کر عالم اسلام کو درپیش سیاسی بحران، مسئلہ کشمیر، فلسطین اور روہنگیا کو حل کرانے میں مؤثر کردار ادا کر سکتے ہیں۔

سیاسی تحدیات، اسباب اور تدارک

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب (قرآن مجید پر عمل کرنے کی صورت میں) کے ذریعے کسی قوم کو عروج عطا کرتا ہے اور (پس پشت ڈالنے کی صورت میں) کسی قوم کو زوال دیتا ہے[18] تاریخِ اسلام کے مختلف ادوار پر نظر ڈالیں تو ہمیں یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے کہ جب امت مسلمہ نے قرآن و سنت کو اپنی زندگی کا مرکز بنایا، تو وہ دنیا کی ایک عظیم ترین قوت کے طور پر اُبھری۔ لیکن جب اس رشتہ کو کمزور کیا گیا اور اسلامی اصولوں سے انحراف شروع ہوا، تب زوال، انتشار اور غلامی نے امت کو گھیر لیا۔

سیاسی قیادت کا فقدان اور خلافت کا سقوط

خلافتِ راشدہ کے بعد مسلم دنیا میں رفتہ رفتہ ملوکیت نے جنم لیا، جس سے سیاسی وحدت پارہ پارہ ہوئی۔ خلافتِ عثمانیہ کا سقوط (1924ء) امت مسلمہ کی تاریخ کا ایک ایسا زخم ہے جس نے پوری امت کو بے قیادت اور فکری لحاظ سے منتشر کر دیا۔ اسلامی ریاست کے تصور کو ختم کر کے سیکولر نظام کو مسلط کیا گیا۔ قرآن کا اللہ کا حکم" وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا[19]"۔ سیرت النبی ﷺ میں مدینہ کی ریاست مستحکم قیادت کے ساتھ بہترین ماڈل ہے، جہاں ریاست کو خارجی درپیش مسائل سے مزاحمت کے ساتھ اندرونی نظم و نسق، عدل و انصاف اور قیادت کی اعلیٰ صفات موجود تھیں۔ قرآنی اصول کے مطابق قیادت ایک امانت ہے جسے مستحق و قابل افراد کے حوالے کرنے کا حکم دیا گیا۔ اسی طرح نااہل شخص کو قیادت سونپنے کو رسول اللہ ﷺ نے قیامت کی علامت قرار دیا:"اذ اوسد الامرالی غیراهله فانتظرالساعة"[20] جب امارت کسی نااہل شخص کو سونپ دی جائے تو قیادت کا انتظار کرو"

نو آبادیاتی نظام اور فکری جمود

سترہویں اور اٹھارہویں صدی میں یورپی نو آبادیاتی طاقتوں نے مسلم دنیا پر تسلط جمالیا۔ برطانیہ، فرانس، ہالینڈ اور دیگر قوتوں نے اسلامی اقدار کو کمزور کیا، دینی تعلیم کے مراکز کو ختم کیا، اور مغربی تہذیب کو فروغ دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ امت نے اپنی علمی، تہذیبی اور سیاسی شناخت کھو دی۔

علمی و فکری انحطاط

جب مسلمانوں نے اجتہاد، تحقیق اور علوم دینیہ و عصریہ سے کنارہ کشی اختیار کی تو علمی پسماندگی ان کا مقدر بن گئی۔ مدارس و جامعات میں فکر و نظر کی وسعت کے بجائے تکرار اور نقل کو ترجیح دی گئی، نتیجتاً امت علمی میدان میں مغرب کی محتاج بن گئی۔

امت کا باہمی انتشار

سیاسی مفادات، مسلکی تعصبات، قومیت اور لسانی بنیادوں پر مسلم دنیا تقسیم ہوتی گئی۔ "امت واحدہ" کا تصور عملاً معدوم ہو گیا۔ ہر قوم، ہر ملک، ہر خطہ اپنے مفادات کی جنگ میں مصروف ہو گیا۔ جب کہ اس کے مقابلے میں اسلامی تعلیمات وحدت امت پر مشتمل تھیں۔ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا":المؤمن للمؤمن كالبنيان يشد بعضه بعضاً"[21]۔ مؤمن دوسرے مؤمن کے لیے عمارت کی اینٹوں کی طرح ہیں جو ایک دوسرے کے لیے مضبوطی کا باعث ہیں۔

امکانات اور موجودہ تقاضے

ماضی کی عظمت کو یاد کر کے تسلی حاصل کرنا عمل سے فرار کا ایک بہانہ بن چکا ہے۔ مسلمان اقوام عالمی ترقی میں اپنا حصہ ڈالنے کے بجائے صارف بن چکی ہیں، اور باہمی اتحاد کی شدید کمی ان کی اجتماعی طاقت کو کمزور کر رہی ہے۔ یورپ نے جہاں معاشی اور سیاسی اتحاد کو حقیقت میں ڈھالا، وہاں عالم اسلام کی تنظیمیں محض علامتی حیثیت رکھتی ہیں۔ ماضی میں مسلم ریاستوں پر لشکر کشی، حالیہ مسئلہ فلسطین پر عالمی حکمرانوں کی خاموشی و مسلم حکمرانوں کی بے بسی، مسلم ممالک میں عدم استحکام، داخلی انتشار اور غیر مسلم ممالک کے مضبوط اتحاد سے امت کے لیے آنے وقت میں مزید مشکلات کے امکانات ہیں (اعاذنا اللہ منھا)، اظہار آزادی کے آڑ

میں مقدسات کی توہین اور اس عمل کی سرکاری سرپرستی امت مسلمہ کے لیے تشویشناک ہے ،ڈ جیٹل وار ،فیک نیوز ،افواہ اور پروپیگنڈے کے ذریعے اسلامی افواج ،مخلص قیادت کے خلاف ہرزہ سرائی اسلامی ریاستوں کے لیے نئے چیلنجز بن سکتے ہیں،طاقتور قوتوں کی اسلامی ممالک کے داخلی امور میں براہ راست مداخلت انتشار اور خانہ جنگی کا سبب بن سکتاہے۔ایسی صورت حال کا تقاضایہ ہے:

- سیرت النبی ﷺ کی روشنی میں خلفائے راشدین نے سیاسی اصولوں (مشورہ، احتساب، عدل، بیت المال، غیر طبقاتی نظام) کو مضبوط بنیادوں پر آگے بڑھایا، اسلامی ممالک داخلی انتشار کے نمٹنے کے لیے ان اصولوں کو نافذ العمل بنائیں۔
- جدید آئینی نظام کے ساتھ پارلمان، عدلیہ، میڈیا اور موقر انتظامی اداروں کو شریعت کی روشنی میں ڈھالا جائے
- اوآئی سی بغیر کسی دباؤ کے امت کے لیے آگے آناچاہیے، یا معالمی سطح پر متبادل ایک اسلامی بلاک تشکیل دی جائے۔
- اسلامی سفارت کاری کو بحال اور فعال کیا جائے۔
- مقدسات کی توہین کو روکنے کے لیے اقوام متحدہ میں باوقار اسلامی موقف پیش کیا جائے۔
- مسلمانوں کے عالمی مسائل (فلسطین، کشمیر، روہنگیا) پر مشترکہ حکمت علمی اپنائی جائے۔

امت کی سستی، جمود اور غفلت کا چارہ یہی کہ اسے دوبارہ زندہ کیا جائے۔

سماجی مسائل اور ان کا حل

عالم اسلام اس وقت ایک نازک اور پیچیدہ دور سے گزر رہاہے، جہاں اسے اندرونی وبیرونی، فکری و تہذیبی، علمی و اخلاقی اور سیاسی و معاشی کئی سطحوں پر سنگین چیلنجز کا سامناہے۔ان چیلنجز میں سے بعض نئی نوعیت کے ہیں تو بعض عشروں سے تسلسل کے ساتھ درپیش ہیں۔انیسوی صدی کے وسط میں تھکے ہوئے عالم اسلام کی قیادت کو ایک تازہ دم، عزم و حوصلہ، زندگی و نشاط اور ترقی و وسعت کی صلاحیت سے بھرپور مغربی تہذیب کا مسئلہ سامنے آیا، جو اپنے اسباب و عوامل کی وجہ سے انسانی تاریخ کے طاقتور تہذیبوں میں شمار ہوتا ہے، جو مسلمانوں کے کمزور ہونے کے بعد مسلسل اپنی ترقی، شعور اور بلندی کی جانب گامزن تھا، مناسب وقت پر نئی شکل و صورت میں ظاہر ہونے کا منتظر تھا اپنے وجود و مزاحمت کی وجہ سے اس تہذیب کے طوفان کی زد میں عالم اسلام ہی تھا۔جس کے بارے میں مولانا ابوالحسن الندویؒ فرماتے ہیں: "عالم اسلام سب سے زیادہ اس خطرہ کی زد میں تھا، اس لیے کہ کارگاہ حیات سے قدیم مذاہب کی کنارہ کشی کے بعد اسلام دینی واخلاقی دعوت کا تنہا علمبردار اور معاشرہ انسانی کا واحد نگراں اور محتسب رہ گیا تھا، بہت سے وسیع، سیر حاصل اور زرخیز ممالک اسی رقبہ میں واقع تھے، چناں چہ اس مادی اور میکانکی تہذیب کے چیلنج کا رخ بہ نسبت کسی اور قوم اور معاشرہ کے زیادہ تر عالم اسلام ہی طرف رہا[22]۔ بیسویں صدی کے آخر میں عالمی سیاسی نقشہ میں بڑی تبدیلیاں آئیں، جن میں سرفہرست سوویت یونین کا انہدام، دنیا میں ایک طاقت (امریکہ) کی اجارہ داری، اسلام سے خوف(Islam phobia) اور اسلام کو مغرب کے لیے خطرہ قرار دیناشامل ہے۔اسی طرح عورت کو ذریعہ بناکر اسلام کے خاندانی نظام کو ہدف بنایا گیا۔

امت کا داخلی بحران اور اس کا حل

خارجی دباؤ سے قبل داخلی مسائل کی اصلاح ضروری ہے، کیونکہ جس عمارت کی بنیاد کھوکھلی ہو، وہ بیرونی طوفانوں کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔علمی، فکری اور معاشی پسماندگی عالم اسلام کو درپیش اہم داخلی چیلنجز ہیں جو خاص توجہ کے مستحق ہیں، مسلمان آج نہ صرف سائنسی و تکنیکی میدان میں پیچھے ہیں بلکہ فکری، اخلاقی اور سماجی اعتبار سے بھی کمزور ہوچکے ہیں۔یہ قانون فطرہ ہے کہ: " اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ"[23] بے شک اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ اپنی خود حالت نہ بدلیں"

مولانا ابوالحسن ندویؒ لکھتے ہیں: " اگر مسلمان اپنے دینی، اخلاقی اور فکری انحطاط کو دور نہیں کریں گے، تو کوئی سیاسی یا عسکری قوت ان کو عزت نہیں دلاسکتی[24]۔

دہشت گردی اور انتہا پسندی

اسلامی دنیا میں دہشت گردی ایک تباہ کن چیلنج کی صورت اختیار کر چکی ہے، جو نہ صرف انسانی جانوں کا زیاں کرتی ہے بلکہ ترقیاتی عمل کو بھی مفلوج کر دیتی ہے۔ بد قسمتی سے بعض شدت پسند گروہ اسلامی شعار کے نام پر یہ ظلم کرتے ہیں، حالانکہ قرآن مجید نے ایک بے گناہ جان کے قتل کو پوری انسانیت کا قتل قرار دیا ہے[25]۔ نبی اکرم ﷺ کو رحمت للعالمین بنا کر بھیجا گیا، جن کی سیرت امن، رواداری اور عدل کا عملی مظہر ہے۔

اسلام کی غلط تعبیر

اسلام اعتدال، توازن اور رحمت کا دین ہے۔ بد قسمتی سے کچھ لوگ دین کی ایسی تعبیر کرتے ہیں جو یا تو اسے جامد یا سخت گیر اور خونریز بنا دیتی ہے۔ دونوں تصورات اسلام کی اصل روح کے منافی ہیں۔ جب کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ اس دین کے صدقے اس امت کو ہی امت وسطا اعتدال پسند امت وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَي النَّاسِ[26] قرار دیا ہے اس فکری انحراف کا نتیجہ یہ ہے کہ امت کو داخلی تفرق، فکری انتشار اور عملی جمود کا سامنا ہے۔

اسلامی شناخت و کلچر کو درپیش چیلنجز کے اثرات

اسلام کی شبیہ کو مسخ کرنا اور شکوک و شبہات پھیلانا

عصرِ حاضر میں مغربی ذرائع ابلاغ اور اسلام دشمن طاقتیں دانستہ طور پر اسلام، قرآن، سنت، عقیدہ اور شریعتِ اسلامی کے خلاف منفی پراپیگنڈہ کر رہی ہیں۔ اسلام کو دہشت گردی سے جوڑنا اسی منظم مہم کا حصہ ہے۔

دینی اخوت کا خاتمہ اور قوم پرستی کا فروغ

امتِ مسلمہ کو آپس میں جوڑنے والی اصل کڑی "اسلامی اخوت" تھی۔ مغربی ذہنیت نے مختلف مسلم اقوام کو دینی نسبت کے بجائے نسلی و قومی شناخت پر ابھار کر ترکی، عربی، تورانی، کرد اور دیگر قومیتوں میں تقسیم کر دیا۔ اس کا نتیجہ سقوط خلافتِ عثمانیہ کی صورت میں نکلا، اسلامی نسبت کے مقابلے میں علاقائی تہذیبوں جیسے بابلی، آشوری کے احیاء کے نام پر مزید فتنے کھڑے کر دئے گئے تاکہ امت کی وحدت کو پارہ پارہ کیا جاسکے۔ جب کہ اسلامی تعلیمات "تمام مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں"[27] کے فلسفے پر کھڑے ہیں۔ اقبال نے بھی یہی ترغیب دی:

بتانِ رنگ و بو کو توڑ کر ملت میں گم ہو جا
نہ تورانی رہے باقی، نہ ایرانی نہ افغانی[28]

قومیت اور وطن پرستی کا منفی رخ

اسلام ایسی قومیّت اور وطن پرستی کی حوصلہ افزائی کرتا ہے جو تقویٰ اور بھلائی پر مبنی ہو، جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے: نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرو[29]۔ جبکہ وہ قومی تعصبات اور جاہلیت پر مبنی نعرے بازی کو سختی سے رد کرتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص اندھی تعصب کی بنیاد پر لڑا اور مارا گیا، اس کی موت جاہلیت کی موت ہے"[30]۔

نفسیاتی ہزیمت اور مغرب سے مرعوبیت

بعض مسلمان فکری شکست کا شکار ہو چکے ہیں۔ ان کے اندر اسلامی اصولوں پر اعتماد کمزور ہو چکا ہے۔ مغربی تہذیب سے مرعوب طبقہ پیدا ہو چکا ہے جو دینی تشخص کو پس پشت ڈال کر مغرب کی نقالی کو ترقی سمجھتا ہے۔

حدود اللہ کا عدم نفاذ

استعمار نے اسلامی شریعت کو معطل کرنے کے لیے حکمرانوں کو قائل کیا۔ خلافتِ عثمانیہ کے آخری دور میں مغربی قوانین نافذ کیے گئے، اور مصر میں 1882ء سے فرانسیسی قوانین کا نفاذ کیا گیا۔ یہاں تک کہ چودھویں صدی ہجری کے نصف تک بیشتر اسلامی ممالک میں شریعت کا نفاذ صرف نکاح، طلاق اور میراث تک محدود رہ گیا۔ عورت کو گھر سے نکال کر بے پردگی، آزادی اور بغاوت کا درس دیا جا رہا ہے۔ حجاب پر پابندی، مغربی لباس اور سینما کلچر کو ترقی کے نام پر مسلط کیا گیا ہے، جیسا کہ افغانستان پر قبضے کے دوران مغرب نے پہلے حجاب ہٹایا، نہ کہ تعلیم و صنعت منتقل کی۔

اسلامی و مغربی نظام حیات کا سماجی ماڈل

اسلام زندگی کے کسی ایک حصہ کو منظم کر کے دوسرے کو مفلوج نہیں کرتا بلکہ اسلام زندگی کے ہر پہلو میں توازن اور اعتدال پیدا کرتا ہے، یہاں ہم اسلامی اور مغربی تصورِ حیات کے مختلف پہلوؤں کا مختصر شارٹ پیش کرتے ہیں:

مغربی تصور	اسلامی تصور	پہلو
آزادی، خود مختاری، علیحدگی	حیا، عفت، حقوق و فرائض	خاندان
انفرادیت، لاتعلقی	حقوقِ ہمسایہ، حسن سلوک	ہمسائیگی
اظہارِ آزادی کے نام پر سب روا	جھوٹ، غیبت، فحاشی کی ممانعت	اخلاقیات
طاقتور کا تحفظ، کمزور کا استحصال	سب کے لیے برابر قانون	عدل و انصاف

الحاد اور دہریت کا فروغ

دشمن کا سب سے بڑا ہدف مسلم معاشروں کی شناخت اور قوت کے سرچشمے کو مٹا دینا ہے۔ ایسی نسل تیار کی جا رہی ہے جو نہ اپنے رب پر ایمان رکھتی ہو، نہ اپنے دین پر فخر، اور نہ کسی چیلنج کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت۔

فرقہ واریت اور نفرت انگیزی کا فروغ

سوشل میڈیا پر مسلکی مناظرے، گالی گلوچ، تکفیر، اور نفرت انگیز تقاریر عام ہیں، جنہوں نے امت کو مزید تقسیم کر دیا ہے۔ قرآنی تعلیمات اور ارشادات نبوی میں اتحاد و اتفاق پر زور دیا گیا ہے اور تفریق و تقسیم سے منع کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا"[31]۔ "اور اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور فرقہ فرقہ مت بنو"۔ اسی طرح نبی اکرم ﷺ نے بھی امت کو باہمی تنازعات سے منع فرمایا: "فَلَا تَرْجِعُنَّ بَعْدِيْ كُفَّارًا أَوْضُلَّالًا يَضْرِبُ بَعْضُكُمْ رِقَابَ بَعْضٍ"[32]۔ "میرے بعد کافر یا گمراہ نہ ہو جانا کہ تم ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو"۔ یہ چیلنجز صرف سطحی نہیں، بلکہ فکری، نظریاتی اور تہذیبی سطح پر امت کو کمزور کر رہے ہیں۔

استشراق (Orientalism)

مستشرقین کی اسلام پر کی گئی تحقیقات اکثر جانبداری پر مبنی تھیں، جن میں علمی انصاف کے بجائے تعصب اور استعماری مفادات کارفرما نظر آتے ہیں، استشراقی لٹریچر کا بڑا حصہ اسلام کی حقیقی تعلیمات اور روح کو سمجھنے کے بجائے اس میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ مسلمانوں کی نسل نو کو اپنے دین سے منحرف کیا جائے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ بہت سے ناسمجھ مسلمان مستشرقین کے دامِ فریب میں پھنس گئے۔ اس بارے میں مولانا ابوالحسن ندویؒ فرماتے ہیں: "یورپ سے تعلیم پاکر آنے والے عرب فضلاء کی حالت یہ تھی کہ مغربی روح ان کے اندر پوری طرح سرایت کر چکی تھی، وہ اسی کے دماغ سے سوچتے تھے، بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ اسی کے پھیپھڑوں سے سانس لیتے تھے، وہ اپنے مستشرق اساتذہ کی صدائے بازگشت بن کر وہی خیالات و نظریات پورے یقین و وثوق اور پورے جوش اور سرگرمی کے ساتھ اپنے ملک میں پھیلانے کی کوشش کرتے"[33]

تنصیر (Christian Missionary Work)

عیسائی مشنری تنظیموں نے تعلیم، صحت اور فلاح کے شعبوں میں بظاہر خیر خواہی کے ساتھ قدم رکھ کر مسلمانوں میں عیسائیت کے فروغ کی منظم کوشش کی۔ قدرتی آفات، جنگوں اور معاشی بحرانوں کے دوران متاثرہ مسلمانوں کو جذباتی اور مادی امداد کے ذریعے اپنی طرف مائل کیا گیا۔ ان سرگرمیوں کا اصل ہدف وہ مسلمان تھے جو غربت، جہالت یا پسماندگی کا شکار تھے، کیونکہ یہ طبقہ دعوتِ تنصیر کے لیے سب سے زیادہ کمزور اور متاثر پذیر ثابت ہوتا ہے۔ یہ عمل فلاح کے نام پر عقائد کو تبدیل کرنے کی ایک خاموش مگر گہری سازش تھی۔

فکری یلغار کا تدارک: حل اور لائحہ عمل

موجودہ فکری یلغار کا مقابلہ صرف اسی وقت مؤثر ہو سکتا ہے جب مسلم معاشرے خود فکری طور پر بیدار ہوں اور اپنے علمی و تہذیبی ورثے کو شعوری طور پر اپنائیں۔ اس مقصد کے لیے سب سے پہلا قدم دینی تعلیم کا فروغ ہے، تاکہ نئی نسل اسلام کے بنیادی عقائد، احکام اور تاریخ سے واقف ہو اور کسی فکری یا نظریاتی حملے کے سامنے مضبوطی سے کھڑی ہو سکے۔ سیرتِ نبوی ﷺ اور قرآن فہمی کو اجاگر کیا جائے تاکہ وہ فکری تشکیک، الحاد اور بے دینی کے اثرات سے محفوظ رہیں۔ اسی طرح، میڈیا اور تعلیمی اداروں کے محاذ پر متحرک ہونا وقت کی ایک بڑی ضرورت ہے۔ مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ اپنے ذرائع ابلاغ، فلم، سوشل میڈیا اور صحافت میں اسلامی فکر اور تہذیب کو معیاری انداز میں پیش کریں اور تعلیمی نصاب کو اسلامی تناظر میں ترتیب دے کر نوجوانوں کی فکری تربیت کریں۔ اسلامی تہذیب کی حفاظت اور اشاعت کے لیے منظم کوششیں کی جائیں۔ اس میں اسلامی ثقافت، زبان، تاریخ، اخلاق اور روایات کی ترویج شامل ہو، اور ایسے علمی، فکری اور دعوتی ادارے قائم کیے جائیں جو عالمی سطح پر اسلام کی اصل تصویر پیش کریں اور استشراقی پروپیگنڈے کا مدلل جواب دیں۔ یہ تمام اقدامات صرف انفرادی نہیں، بلکہ اجتماعی اور ریاستی سطح پر کیے جانے چاہئیں تاکہ فکری خود مختاری حاصل کی جا سکے اور امت مسلمہ اپنی شناخت، عقیدہ اور تہذیب پر فخر کے ساتھ قائم رہ سکے۔

تجاویز و سفارشات

- عصر حاضر میں امت کو درپیش سماجی، فکری اور تہذیبی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے سیرت طیبہ اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں تاکہ امت اس پر عمل پیرا ہو کر اپنا کھوئی عزت اور وحدت کو حاصل کر سکے۔
- زندگی کے ہر پہلو میں قرآن و سنت کو رہنما بنایا جائے، جس کے لیے تعلیمی اداروں، میڈیا اور مساجد میں قرآن فہمی کو فروغ دیا جائے۔ اور سیرت طیبہ کو نصاب میں مرکزی اور مستقل حصہ بنایا جائے۔
- مسلم ممالک عصری علوم اور جدید ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے تعلیمی اشتراک قائم کریں اور نوجوانوں کو اسکالرشپ فراہم کریں
- رسول اللہ ﷺ نے علم کو امت کی بقا کی بنیاد قرار دیا۔ غزوۂ بدر کے قیدیوں سے فدیہ کی بجائے تعلیم کی شرط مقرر کی گئی، جو علم کی اہمیت پر واضح دلیل ہے۔
- نوجوانوں کو امانت، اخلاص اور حکمت کی تربیت دی جائے، معاشرے سے کرپٹ، خود غرض اور بے بصیرت قیادت کا شعوری بائیکاٹ کیا جائے۔
- سوشل میڈیا پر الحاد، دہریت، فحاشی و عریانی اور فرقہ واریت کا سدباب کیا جائے، مسلم افواج کی کردار کشی اور پروپیگنڈے کی حوصلہ شکنی کی جائے اور باصلاحیت نوجوانوں کو سچ، اتحاد اور محبت کے پیغام کو عام کرنے کی ترغیب دی جائے۔
- علامہ اقبال کے افکار کو تعلیمی اداروں میں فروغ دیا جائے۔

عالم اسلام کو درپیش معاشی چیلنجز اور ان کا حل

دور حاضر میں سیاسی، سماجی مسائل کی طرح امت کو معاشی عدم استحکام کا بھی سامنا ہے، اسلامی ممالک کی اکثریت قدرتی وسائل سے مالامال ہونے کے باوجود غربت، بے روز گاری، کرپشن اور معاشی غلامی کا شکار ہیں، زر سیال (پیٹرول) معدنی وسائل، اہم بندر گاہیں اور جغرافیائی وقوع میں اہم مقام رکھنے والا عالم اسلام عالمی سودی اداروں کا مقروض اور مرہون ہے، اس صورت حال میں سیرت طیبہ ایسا روشن مینار اور مشعلِ راہ ہے جو ہمیں عالمی اداروں کی معاشی غلامی سے راہِ نجات دے سکتی ہے۔

معاشی چیلنجز کی نوعیت، ان کی تفصیل اور سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں ان کا تدارک

سرمایہ داری اور اشتراکیت کے درمیان ایک متوازن اور معقول اسلامی معاشی نظام ہونے کے باوجود اسلامی دنیا میں ایک طرف چند خاندان بے پناہ دولت کے مالک ہیں تو دوسری جانب کروڑوں لوگ بنیادی ضروریات زندگی سے محروم ہیں، وسائل کی یہ غیر منصفانہ تقسیم غربت کو اور طبقاتی تفریق کو بڑھا رہی ہے۔ اسلام کا معاشی نظام صدقات واجبہ کے ذریعے وسائل اور مال کو چند افراد تک محدود رکھنے سے روکتا ہے نیز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: "كَيْ لَا يَكُونَ دُولَةً بَيْنَ الْأَغْنِيَاءِ مِنْكُمْ"[34] ۔"تاکہ دولت تمہارے مالداروں ہی کے درمیان گردش نہ کرتی رہے"۔ یہ آیت ایک بنیادی اصول فراہم کرتی ہے کہ دولت کی گردش صرف امیروں کے درمیان محدود نہ ہو بلکہ معاشرے کے تمام طبقات تک پہنچے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار و مہاجرین کے درمیان مواخات قائم کر کے وسائل کی تقسیم کا عملی نمونہ پیش کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرد کی بنیادی ضروریات کی فراہمی کو یقینی بناتے تھے۔

سودی نظام کا تسلط

عالم اسلام کی معیشت کا مدار زیادہ تر سودی مالیاتی اداروں سے وابستہ ہیں، سود ایک ناسور ہے جسے قرآن میں اللہ اور اس کے رسول ساتھ اعلان جنگ قرار دیا گیا ہے، اس کے باوجود مسلم ممالک کے بینک، قرضے اور بجٹ سود کے آسرے پر چلتے ہیں۔

بے روز گاری اور غربت

تعلیم یافتہ نوجوان بے روز گار ہیں، ہنر مند طبقہ مواقع سے محروم ہے اور کروڑوں افراد خطِ غربت سے نیچے زندگی گزار رہے ہیں۔ یہ صرف ایک اقتصادی مسئلہ نہیں بلکہ سماجی اور اخلاقی بحران بھی ہے۔ ایک صحابی غربت کی شکایت لے کر آئے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

> "تمہارے پاس کچھ ہے ؟ صحابی نے کہا: "ایک چادر اور ایک پیالہ ہے " آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ سامان منگوا کر نیلام کروایا، کچھ رقم سے کھانے کا بندوبست کیا اور باقی رقم سے کلہاڑی خرید کر انہیں لکڑیاں کاٹنے کا مشورہ دیا،[35]۔

یہ واقعہ اجتماعی طور پر روز گار کے مواقع فراہم کرنے کی دلیل ہے۔ انفرادی طور پر محنت اور مشقت کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

" وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى "[36]۔

"انسان جس چیز کی محنت کرتا ہے وہی اسے ملے گا"

محنت، دیانت اور امانت کی تلقین

سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں تجارت، محنت، دیانتداری اور انصاف کو معیشت کی بنیاد قرار دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"مَا أَكَلَ أَحَدٌ طَعَامًا قَطُّ خَيْرًا مِنْ أَنْ يَأْكُلَ مِنْ عَمَلِ يَدِهِ"[37]۔

"انسان نے کبھی اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا جو اس نے اپنے ہاتھ کی محنت سے کھایا ہو"۔

قدرتی وسائل کا ضیاع اور بیرونی انحصار

تیل، گیس، معدنیات اور زراعت جیسے وسائل رکھنے کے باوجود مسلم دنیا انہیں قابل استعمال بنانے کے لیے مغرب پر انحصار کرتی ہے، ہم خام مال بیچ کر تیار شدہ اشیاء مہنگے داموں میں خریدتے ہیں۔ جبکہ ہمیں اسلام وسائل سے استفادہ کرنے اور خود کفیل ہونے کی ترغیب دیتا ہے۔ قرآن میں ارشاد ہے کہ "اور ہم نے

اسے (داؤد کو) زرہ بنانے کا ہنر سکھایا تاکہ وہ تمہیں جنگ کے وقت بچا سکیں[38]۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: "بے شک اللہ ایسے آدمی کو پسند کرتا ہے جو کوئی کام کرے اور تو اسے خوب محنت اور عمدگی سے کرے"[39]۔

کرپشن اور بدعنوانی

عوامی فنڈز کا غلط استعمال، رشوت، ٹیکس چوری، اقربا پروری جیسے عوامل معاشی ترقی کی راہ میں رکاوٹ ہیں۔مالیاتی بدعنوانی نے ریاستی اداروں کو کمزور کر دیا ہے۔ تجارت میں اخلاقی اصولوں کی پابندی: رسول اللہ ﷺ نے جھوٹ، دھوکہ دہی، ذخیرہ اندوزی، اور کم تولنے سے منع فرمایا۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے": جس نے دھوکہ دیا وہ ہم میں سے نہیں۔"[40]

استعماری اور سامراجی طاقتوں کا معاشی دباؤ

بین الاقوامی مالیاتی ادارے (IMF, World Bank) اسلامی ممالک کو ایسی شرائط پر قرض دیتے ہیں جن سے معاشی آزادی متاثر ہوتی ہے۔ مغرب کی اقتصادی اجارہ داری مسلم دنیا کو خود مختار پالیسیوں سے روکتی ہے۔

کفایت شعاری اور اسراف سے اجتناب

اسلامی تعلیمات میں اسراف سے اجتناب اور کفایت شعاری کی ترغیب دی گئی ہے۔ اگر قرآن و سنت کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اسلام سادگی کو نہایت پسند فرماتا ہے۔ ہمارے پیغمبر ﷺ کی زندگی میں سادہ زندگی بسر کرنے کی اعلیٰ مثال ہے۔ فضول خرچی سے اجتناب کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ قرآن میں بھی اسراف کرنے والوں کو شیطان کے بھائی قرار دیا گیا ہے[41]۔

جدید دور کے لیے سیرت کے معاشی اصولوں کا اطلاق

اسلامی بینکاری اور مالیاتی نظام

سیرتِ طیبہ ﷺ کی روشنی میں سود سے پاک بینکاری کا قیام ممکن ہے۔ آج کئی اسلامی ممالک میں اسلامی مالیاتی ادارے قائم ہو چکے ہیں، جنہیں مزید وسعت دینا وقت کی اہم ضرورت ہے۔

اسلامی معاشی ماڈل

نہ سرمایہ دارانہ نظام اور نہ ہی سوشلسٹ معیشت، بلکہ اعتدال پر مبنی اسلامی نظام ہی وہ راہ ہے جو دولت کی گردش کو یقینی بناتا ہے۔

تعلیم، ہنرمندی اور خود کفالت

رسول اللہ ﷺ نے تعلیم اور ہنر کو معیشت کی بنیاد قرار دیا۔ آج کی مسلم دنیا کو تعلیم یافتہ، ہنرمند اور خود کفیل بننے کی ضرورت ہے تاکہ مغربی انحصار ختم ہو۔

خلاصہ بحث:

دور حاضر میں سیاسی، سماجی مسائل کی طرح امت کو معاشی عدم استحکام کا بھی سامنا ہے، اسلامی ممالک کی اکثریت قدرتی وسائل سے مالامال ہونے کے باوجود غربت، بے روزگاری، کرپشن اور معاشی غلامی کا شکار ہیں، زرسیال (پیٹرول) معدنی وسائل، اہم بندرگاہیں اور جغرافیائی وقوع میں اہم مقام رکھنے والا عالم اسلام عالمی سودی اداروں کا مقروض اور مرہون ہے، اس صورت حال میں سیرت طیبہ ایسا روشن مینار اور مشعلِ راہ ہے جو ہمیں عالمی اداروں کی معاشی غلامی سے راہِ نجات دے سکتی ہے۔

عالم اسلام کو درپیش معاشی چیلنجز نہایت سنجیدہ اور دیرپا نوعیت کے ہیں۔ لیکن اگر ہم سیرتِ طیبہ ﷺ کو اپنائیں، تو نہ صرف معاشی استحکام حاصل کر سکتے ہیں، بلکہ دنیا کے لیے ایک مثالی نظام بھی قائم کر سکتے ہیں۔ ضرورت صرف اس امر کی ہے کہ ہم اخلاص کے ساتھ اسلامی تعلیمات کو اپنی ذاتی، معاشرتی اور ریاستی زندگی کا حصہ بنائیں۔

- عصر حاضر میں امت کو درپیش سماجی، فکری اور تہذیبی چیلنجز سے نمٹنے کے لیے سیرت طیبہ اور اسلامی تعلیمات کی روشنی میں چند تجاویز پیش کی جاتی ہیں تاکہ امت اس پر عمل پیرا ہو کر اپنا کھوئی عزت اور وحدت کو حاصل کر سکے۔
- زندگی کے ہر پہلو میں قرآن و سنت کو رہنما بنایا جائے، جس کے لیے تعلیمی اداروں، میڈیا اور مساجد میں قرآن فہمی کو فروغ دیا جائے۔ اور سیرت طیبہ کو نصاب میں مرکزی اور مستقل حصہ بنایا جائے۔
- مسلم ممالک عصری علوم اور جدید ٹیکنالوجی کے فروغ کے لیے تعلیمی اشتراک قائم کریں اور نوجوانوں کو اسکالرشپ فراہم کریں

رسول اللہ ﷺ نے علم کو امت کی بقا کی بنیاد قرار دیا۔ غزوۂ بدر کے قیدیوں سے فدیہ کی بجائے تعلیم کی شرط مقرر کی گئی، جو علم کی اہمیت پر واضح دلیل ہے۔

- نوجوانوں کو امانت، اخلاص اور حکمت کی تربیت دی جائے، معاشرے سے کرپٹ، خود غرض اور بے بصیرت قیادت کا شعوری بائیکاٹ کیا جائے۔
- سوشل میڈیا پر الحاد، دہریت، فحاشی و عریانی اور فرقہ واریت کا سدباب کیا جائے، مسلم افواج کی کردار کشی اور پروپیگنڈے کی حوصلہ شکنی کی جائے اور باصلاحیت نوجوانوں کو بیچ، اتحاد اور محبت کے پیغام کو عام کرنے کی ترغیب دی جائے۔
- علامہ اقبال کے افکار کو تعلیمی اداروں میں فروغ دیا جائے۔

تجاویز وسفارشات

مذکورہ بالا گفتگو کو مدنظر رکھتے ہوئے آخر میں درج ذیل تجاویز اور سفارشات پیش کی جاتی ہیں:

- عالم اسلام کو سودی نظام کو ترک کر کے اسلامی مالیاتی نظام کو اپنانا چاہیے۔
- تعلیم اور ہنر کو ترقی کا محور اور مرکزی ستون بنایا جائے۔
- بدعنوانی کے خاتمے کے لیے اخلاقی اور قانونی اقدامات کیے جائیں۔
- بیت المال کے نظام کو فعال اور شفاف بنایا جائے۔
- قدرتی وسائل سے براہ راست مستفید ہونے کے لیے سرمایہ کاری کی جائے۔
- بیرونی اداروں پر انحصار ختم کر کے داخلی خود مختاری کو فروغ دیا جائے۔

حوالہ جات

[1] :النساء-65

Al-Nisa:3- 65

[2] :امام مالک بن انس، موطا امام مالک، باب النہی عن القول بالقدر حدیث 1620 (بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1998)

Imām Mālik b. Anas, *Al-Muwaṭṭa', "Book: Prohibition of Speaking about Qadar," Ḥadīth 1620 (Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998).

[3] :امام ترمذی، الجامع الصحیح، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقہ علی العبادۃ، حدیث 2687 (بیروت: دار الغرب الاسلامی، 1998)۔

. Imām al-Tirmidhī, Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Kitāb al-'Ilm, "Chapter: What Has Been Reported about the Superiority of Fiqh over Worship," Ḥadīth 2687 (Beirut: Dār al-Gharb al-Islāmī, 1998).

[4] :ترجمہ، الجامع الصحیح، حدیث: 2687

Translation of Al-Jāmi' al-Ṣaḥīḥ, Ḥadīth 2687

[5] :مائدہ:5-44

Al-Mā'idah5- 44

[6] :النور:24-55

Al-Nūr,24- 55

[7] :احمد بن حنبل۔ مسند احمد بن حنبل۔ لاہور، مکتبہ اسلامیہ، حدیث: 18406-

Aḥmad b. Ḥanbal, Musnad Aḥmad, Lahore: Maktabah Islāmiyyah, Ḥadīth 18406

[8] :آل عمران:3-159

Āl 'Imrān, verse:3- 159.

[9] :النحل:16-90

. Al-Naḥl, verse16- 90.

[10] : مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، حدیث نمبر: 1827، بیروت: داراحیاء التراث العربی.

Muslim b. al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Imārah, Ḥadīth 1827, Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī

[11] : مبارکپوری، صفی الرحمان، مولانا، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ لاہور، 2000۔ ص: 258.

Ṣafī al-Raḥmān Mubārakpūrī, Al-Raḥīq al-Makhtūm, Lahore: Maktabah Salfiyyah, 2000, p. 258.

[12] :محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (صحیح بخاری)، کتاب الحدود، باب من ارتد، حدیث نمبر 233، ریاض: دار السلام، 1999

. Muḥammad b. Ismā'īl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Ḥudūd, "Chapter: One Who Apostatizes," Ḥadīth 233, Riyadh: Dār al-Salām, 1999

[13] :الانفال:8-72

Al-Anfāl, 8-72.

[14] : منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، ج:1، ص:107، سبحان پبلیکیشنز 2012۔

Qaḍī Muḥammad Sulaymān Salmān Manṣūrpūrī, Raḥmatun lil-'Ālamīn, vol. 1, p. 107, Subḥān Publications, 2012

[15] : مبارکپوری، صفی الرحمان، مولانا، الرحیق المختوم، ص: 670۔

Ṣafī al-Raḥmān Mubārakpūrī, *Al-Raḥīq al-Makhtūm, p. 670.

[16] :الممتحنۃ:60-8

. Al-Mumtaḥanah:60- 8.

[17] :منصور پوری، محمد سلیمان سلمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، ج:1، ص:151، سبحان پبلیکیشنز، 2000

Qaḍī Muḥammad Sulaymān Salmān Manṣūrpūrī, Raḥmatun lil-‘Ālamīn, vol. 1, p. 151, Subḥān Publications, 2000

18: مسلم بن الحجاج، صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین، حدیث نمبر:817، بیروت: داراحیاء التراث العربی،

Muslim b. al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb Ṣalāt al-Musāfirīn, Ḥadīth 817, Beirut: Dār Iḥyā’ al-Turāth al-‘Arabī.

19: آل عمران،:3-103

Āl ‘Imrān:3-103

20: محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (صحیح بخاری)، کتاب العلم، حدیث نمبر 59، ریاض: دارالسلام، 1999

. Muḥammad b. Ismā‘īl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-‘Ilm, Ḥadīth 59, Riyadh: Dār al-Salām, 1999.

21: محمد بن اسماعیل البخاری، الجامع الصحیح (صحیح بخاری)، کتاب الصلاۃ، حدیث نمبر 481، ریاض: دارالسلام، 1999۔

Muḥammad b. Ismā‘īl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Kitāb al-Ṣalāh, Ḥadīth 481, Riyadh: Dār al-Salām, 1999

22: ندوی، ابوالحسن ندوی، مولانا، ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص:17، مجلس نشریات اسلام کراچی۔ س ن۔

Abul Ḥasan ‘Alī Nadwī, Mamālik meṅ Islamiyyat aur Maghribiyyat kī Kashmakash, p. 17, Majlis Nashriyāt-e-Islām, Karachi, n.d.

23: الرعد:13-11

Al-Ra‘d:13-11.

24: ندوی، ابوالحسن ندوی، مولانا، انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر، ص:354، مجلس نشریات اسلام کراچی۔ س ن۔

. Abul Ḥasan ‘Alī Nadwī, Insānī Duniyā par Musalmānon ke ‘Urūj wa Zawāl kā Asar, p. 354, Majlis Nashriyāt-e-Islām, Karachi, n.d.

25: المائدہ:5-32

Al-Mā’idah:5-32.

26: البقرۃ:2-143

Al-Baqarah :2-143

27: الحجرات:49-10

Al-Ḥujurāt 10.

28: محمد اقبال، بانگِ درا، "خطاب بہ جوانانِ اسلام" (لاہور: اقبال اکادمی پاکستان، تاریخ ندارد)، صفحہ:297۔

Muḥammad Iqbāl, Bāng-e Darā, “Khīṭāb ba-Jawānān-e Islām” (Lahore: Iqbal Academy Pakistan, n.d.), p. 297.

29: المائدہ:5-2

Al-Mā’idah5- 2.

30: ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سجستانی، سنن ابی داود، باب فی العصبیۃ، حدیث نمبر 5121 (ریاض: دارالسلام، 2008)۔

Abū Dāwūd Sulaymān b. al-Ash‘ath al-Sijistānī, Sunan Abī Dāwūd, “Chapter on Tribalism,” Ḥadīth 5121 (Riyadh: Dār al-Salām, 2008).

31: آل عمران:3-103

Āl ‘Imrān:3-103.

32: امام مسلم، الجامع الصحیح (صحیح مسلم)، کتاب الایمان، حدیث نمبر 4383 (ریاض: دار السلام، 2000)، جلد 1، صفحہ 130۔

Imām Muslim, Ṣaḥīḥ Muslim, Kitāb al-Īmān, Ḥadīth 4383 (Riyadh: Dār al-Salām, 2000), vol. 1, p. 130.

33: ندوی، ابوالحسن ندوی، مولانا، مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش، ص:147، مجلس نشریات اسلام، کراچی 1999ء۔

Abul Ḥasan ‘Alī Nadwī, Muslim Mamālik meṅ Islamiyyat aur Maghribiyyat kī Kashmakash, p. 147, Majlis Nashriyāt-e-Islām, Karachi, 1999.

34: الحشر 7-59

Al-Ḥashr:59- 7.

35: ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سجستانی، سنن ابی داود، کتاب الزکاۃ، حدیث نمبر 1641 (ریاض: دارالسلام، 2008)۔

Abū Dāwūd, Sunan Abī Dāwūd, Kitāb al-Zakāh, Ḥadīth 1641 (Riyadh: Dār al-Salām, 2008).

36: النجم 53-39

Al-Najm:53-39.

37: بخاری، محمد بن اسماعیل، ابوعبداللہ، صحیح البخاری، حدیث:2072، (بیروت: دار ابن کثیر، 1987)۔

Muḥammad b. Ismā‘īl al-Bukhārī, Ṣaḥīḥ al-Bukhārī, Ḥadīth 2072 (Beirut: Dār Ibn Kathīr, 1987).

38: سبا 34-10

Saba':34-10.

[39] :الطبراني، المعجم الأوسط، حديث نمبر898، دار الحرمين، 1995۔

Al-Ṭabarānī, Al-Mu'jam al-Awsa, Ḥadīth 898, Dār al-Ḥaramayn, 1995.

[40]:مسلم بن الحجاج . صحيح مسلم، باب قول النبي ﷺ: من غشنا فليس منا. بيروت: دار إحياء التراث العربي، 1991، حديث نمبر:284۔

Muslim b. al-Ḥajjāj, Ṣaḥīḥ Muslim, "Chapter: The Saying of the Prophet ﷺ 'Whoever deceives us is not from us'," Ḥadīth 284, Beirut: Dār Iḥyā' al-Turāth al-'Arabī, 1991.

[41]:اسراء17-27

. Al-Isrā'17- 27.